ایک مسیحی کی نظر میں

مکرم عبید پاشا°

آپ کی مہربانی کہ آپ نے مجھے امام حسن البنا کی یاد میں کچھ لکھنے کے لیے کہا۔ وہ قائد کہ جس کے لیے اللہ کی رحمت نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اس بے وفا دنیا کو چھوڑ کر اپنے رحمٰن و رحیم پروردگار کے حضور پہنچ جائے۔ اللہ کی رحمت نے ہمارے لیے بھی یہ چاہا کہ جس عظیم شخصیت سے ہم محروم ہوئے ہیں وہ اپنی یادوں اور اپنے تقویٰ کے ساتھ ہمارے سامنے موجود رہے۔

اے اخوان المسلمون! اگر آپ لوگ اپنے بڑے بھائی سے محروم ہو گئے ہیں، تو آپ کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ وہ شخص جس نے ہر رشتے اور واسطے کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر رکھا تھا، اس نے انتہائی پاک دامنی کی حالت میں اپنی جان اپنے دین اور عقیدے پر نثار کردی۔ آپ لوگ جب بھی اسے یاد کریں گے تو اسے معزز و محترم اور پایندہ پائیں گے۔ جب موت انسان پر قبضہ کرنے کے لیے زندگی سے برسرپیکار ہوتی ہے تو زندگی کو غلبہ اس وقت ملتا ہے جب ایسے انسان کو یاد رکھا جائے، اور موت اس وقت غالب آتی ہے جب اسے فراموش کردیا جائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ الشیخ حسن البنا ہم سب کے دلوں میں اپنی یادوں کی بدولت

° ۲۰ ویں صدی کے ربع ثانی میں مصر کے ایک قبطی مسیحی لیڈر، نام ور قانون دان، سعد زغلول کے دورِ حکومت میں وفد پارٹی کے ایک لیڈر، برطانوی قبضے کے دوران وطنی تحریک کے ایک سرگرم و پُرجوش قائد مکرم عبید پاشا۔ آپ واحد مصری ہیں جنھوں نے تمام رکاوٹوں کے باوجود امام شہید حسن البنا کے جنازے میں شرکت کی اور تعزیت کے لیے شہید کے والد محترم کے گھر تشریف لے گئے۔ جب ان سے درخواست کی گئی کہ آپ امام مرحوم کی یاد میں کچھ تحریر کریں، تو انھوں نے یہ مختصر مضمون لکھا۔ ترجمہ: محمد ظہیرالدین بھٹی

زندہ ہیں۔ بھلا وہ شخص کیوں کر پایندہ نہ رہے جس نے دین میں اپنے پروردگار کی ہدایت اختیار کی اور دنیا میں قلب کی سلامتی کو مشعل راہ بنایا!

اے اخوان المسلمون! آپ لوگ اسے یاد کریں، اسے بار بار یاد کریں، اسی یاد میں اس کی اور آپ لوگوں کی زندگی مضمر ہے۔ ذرا دیکھو یہ بات کون کہہ رہا ہے؟ یہ مکرم عبید ہے، مرحوم کا مسیحی دوست، جس نے اپنے اس مسلمان بھائی میں صدق و امانت کو یک جا پایا۔ مرحوم کو یاد کرتے وقت میں آپ کو کیسے نہ بتاؤں کہ ہمارا اکثر ایک دوسرے سے ملنا جلنا رہتا تھا۔ میں اس کی عظمت و فضیلت کی گواہی کیوں نہ دوں کہ میں اسے انتہائی قریب سے جانتا ہوں۔ مجھے قسم ہے حق کی کہ یہ ایک سچّی گواہی ہے، میں اس گواہی پر اپنے رب کو گواہ ٹھیراتا ہوں۔ میں یہ شہادت زبان کے ساتھ ساتھ اپنے دل کی گہرائی سے دے رہا ہوں۔ یہ ایک ایسے شخص کی گواہی ہے جس کے اور مرحوم کے مابین قدرِ مشترک ایک رب پر ایمان اور اتحادِ ملّی پر ایقان تھا۔ تمام آسمانی مذاہب میں توحید صرف اس قدر کافی نہیں کہ آپ اللہ کو ایک قرار دیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ خود بھی اپنے اللہ کی خاطر ایک ہو جائیں۔ قومی وحدت کے لیے محض ملک اور خطے کا یک جا ہونا ہی کافی نہیں بلکہ ملک کے تمام باشندوں کا متحد ہونا بھی ضروری ہے۔

صرف اخوان المسلمون اور وفد پارٹی ہی دو ایسی تنظیمیں تھیں جو 'دارالاخوان' اور 'وفد پارٹی کے کلب' میں باہم ملاقاتوں کا اہتمام کرتی تھیں۔ مجھے یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حسن البنا میرے گھر تشریف لائے اور ہم نے ذاتی دل چسپی کے امور اور قومی معاملات پر طویل تبادلۂ خیال کیا۔ مجھے ان کی باتیں سن کر ایسے لگتا تھا جیسے وہ ظاہر پرستی اور رسمی باتوں سے کوسوں دور اور بلند تر ہوں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ہم لوگوں میں ان جیسی گہری فکر والا اور پاک ضمیر شخص کم ہی ہوگا۔

ان کی شہادت کے بعد میں نے انھیں ان کے گھر میں دیکھا۔ یہ ایک ایسی انوکھی ملاقات و زیارت تھی جس کے کرب ناک اور خوف ناک اثرات کو میں مرتے دم تک نہ بھلا سکوں گا۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت دلی صدمہ پہنچا کہ پولیس کی نفری نے اس سڑک کا محاصرہ کر رکھا ہے جس پر مرحوم کا گھر واقع تھا۔ اگر پولیس آفیسر مجھے پہچان کر وہاں سے گزرنے کی اجازت نہ دیتا تو میں تعزیت کا فریضہ سرانجام دینے سے بھی قاصر رہ جاتا۔

میں اگر سب کچھ بھی بھول جاؤں تب بھی میں اس بات کو ہرگز نہ بھلاسکوں گا کہ ان کے والد بزرگوار میری اس حاضری سے کس قدر متاثر تھے۔ انھوں نے آبدیدہ ہوکر مجھے بتایا کہ مرحوم کے جنازے کے پیچھے چلنے سے عوام کو زبردستی روک دیا گیا ہے۔ مرحوم کے والد کے ماسوا، کسی کو بھی میت کے پیچھے چلنے کی اجازت نہ تھی، نہ کسی کو تعزیت کے لیے ان کے گھر جانے دیا گیا۔

دکھی والد نے شکریہ ادا کرتے ہوئے مجھے اپنی دعاؤں سے نوازا، میں اب تک ان دعاؤں سے برکت پاتا ہوں۔ میں مغموم والد محترم سے کہنا چاہتا تھا کہ تعزیت کرنا اگر ایک لازمی انسانی فریضہ ہے تو پھر مجھ سمیت ہر مصری نے یہ فریضہ انجام دیا ہے، کیونکہ ہر مصری کو ان کے فرزندِ مظلوم کی وفات کا گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ تعزیت نہ کرنا یا نہ کرنے دینا ہماری روایات اور اقدار سے انحراف ہے۔

میرے بھائیو! جی ہاں، آپ سب لوگ میرے بھائی ہیں۔ اے اخوان المسلمون! آپ لوگ وطن اور قومیت کے لحاظ سے میرے بھائی ہیں۔ آپ میرے سب سے قریبی بھائی ہیں۔ مرحوم کو یاد کرتے وقت، آپ ان کی اس بات کو بھی یاد رکھیں کہ مرحوم ہمیشہ آزادی کی بات کیا کرتے تھے۔ وہ جیل میں رہ کر بھی اپنے ملک وقوم کی آزادی کا مطالبہ کرتے تھے۔ ظالموں نے شہید کر کے انھیں ہر غم سے آزاد کر دیا۔ ان کی اس آزادی میں بیک وقت اجر بھی ہے اور جدوجہد جاری رکھنے کا پیغام بھی۔ (مجلہ الدعوۃ، ۱۶ جمادی الاول ۱۴۷۱ھ)

✲✲✲

ترجمان القرآن کا حلقہ اشاعت یقیناً بہت وسیع ہے —— لیکن یہ وسیع تر ہوسکتا ہے، اسے وسیع تر ہونا چاہیے۔

اس میں آپ یہ حصہ لے سکتے ہیں کہ اس ماہ کسی نہ کسی سے اس کا تعارف ضرور کروائیں۔ کسی مضمون کا تذکرہ کریں۔

صرف ۲۵۰ روپے میں، ۱۲ ماہ تک ہر ماہ پابندی سے کُل ۱۳۴۴ صفحات

۵-اے، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور- فون: ۷۵۸۷۹۱۶، فیکس: ۷۵۸۵۵۹۰

صبر و حکمت

"اللہ کے دین کے لیے جو کام ہم کو کرنا ہے، اس میں ہمارے اندر دو صفتیں ضرور ہونی چاہییں۔ ایک صبر، دوسری حکمت۔

صبر کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی راہ میں جو رُکاوٹ بھی ڈالی جائے، اُس پر نہ تو مشتعل ہو کر آپ ذہن کا توازن کھو بیٹھیں اور نہ دل شکستہ ہو کر اپنے مقصد کے بجائے رُکاوٹ ڈالنے والے کا مقصد پورا کریں، بلکہ ہر رُکاوٹ پیش آنے پر آپ کا عزم جوں کا توں قائم رہنا چاہیے اور جذبات کی گرمی سے اپنے دل و دماغ کو محفوظ رکھ کر آپ کو وہ راہ اختیار کرنی چاہیے جو حکمت کے مطابق ہو۔

حکمت یہ ہے کہ آپ بس ایک ہی لگی بندھی راہ پر آنکھیں بند کر کے چلنے کے عادی نہ ہوں، بلکہ آپ میں یہ صلاحیت ہو کہ ایک راستہ بند ہوتے ہی دس دوسرے راستے بروقت نکال سکیں۔ جس شخص میں حکمت نہیں ہوتی، وہ ایک راہ کو بند پا کر بیٹھ جاتا ہے اور اِس کے ساتھ اگر وہ بے صبرا بھی ہو تو پھر یا تو اُس رُکاوٹ سے اپنا سر پھوڑ لیتا ہے یا راہ روی سے ہی باز آجاتا ہے۔

مگر جسے اللہ نے **صبر** اور **حکمت** دونوں سے نوازا ہو، وہ جُوئے رواں کی طرح ہوتا ہے، جس کی منزل کوئی چیز بھی کھوٹی نہیں کر سکتی۔ چٹانیں منہ دیکھتی رہ جاتی ہیں اور دریا کسی اور طرف سے اپنی منزل کی طرف نکل جاتا ہے"۔ (۱۹۶۳ء میں لاہور میں منعقد ہونے والے کُل پاکستان اجتماعِ عام سے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے خطاب سے اقتباس)

آفتاب الدین قریشی، کراچی

نصف صدی سے زائد عرصے سے

خدمت خلق میں مصروف

الخدمت ویلفیئر سوسائٹی

چار بڑے ہسپتال

22 ایلوپیتھک و ہومیو کلینک

ڈائیگنوسٹک سینٹر اور فارمیسی

میت بس سروس

110 مدارس تفہیم القرآن

فری میڈیکل کیمپس

عازمین حج کیلئے حفاظتی ٹیکے

الخدمت کے دستِ بازو بنئے

الخدمت ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) کراچی

504، قائدین کالونی، نزد اسلامیہ کالج کراچی۔ فون: 4912568, 4915361 (21-92)، فیکس: 4120417 (21-92)

ای میل: alkhidmat@cyber.net.pk ، ویب سائٹ: www.alkhidmat.org.pk

اکاؤنٹ نمبر: 6-6 مسلم کمرشل بینک، پی ای سی ایچ ایس علامہ اقبال روڈ برانچ، کراچی

Faithfully serving you with full range of
Shariah Compliant Products at

23 **online branches**

UAN: 111-777-786

BANK ALFALAH LIMITED بنك الفلاح المحدود

ISLAMIC BANKING

جہاد فلسطین کا مرکزی کردار

ڈاکٹر محمد محمود صیام ○

ارض فلسطین کے بارے میں جب بھی جہاد کا ذکر کیا جائے گا، اخوان المسلمون کا نام سرفہرست ہوگا، بلکہ شاید یہ کہنا زیادہ مناسب ہو کہ یہاں اب بھی حقیقی جہاد اخوان المسلمون ہی کر رہی ہے۔

اخوان نے ارض مقدس کو اپنے خون سے سیراب کیا اور اس کے ہزاروں شہدا نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ فلسطین کی موجودہ تحریک حرکة المقاومة الاسلامیه اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) بھی اخوان المسلمون کے لگائے ہوئے پودے ہی کی ایک شاخ ہے۔ اخوان المسلمون کی بنیاد امام حسن البنا نے مارچ ۱۹۲۸ء میں رکھی تھی اور وہی اس کے پہلے مرشد عام تھے' جب کہ ان کی پیدایش ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو ہوئی تھی۔ اس طرح اخوان المسلمون کے قیام کے وقت ان کی عمر صرف ۲۲ برس تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا' جب انھوں نے دارالعلوم قاہرہ سے سند فراغت حاصل کی تھی۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ وہ اپنی پوری تعلیمی زندگی میں اس طرح کی کوئی تنظیم بنانے کے بارے میں سوچتے رہے تھے، جو ان کے خیال میں دین اسلام کی تجدید اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کے احیا کے لیے ضروری تھی۔

دنیا کے گوشے گوشے میں جو تحریکیں اقامت دین کا کام کر رہی ہیں، ان پر اخوان المسلمون کے اثرات نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اخوان المسلمون کے پہلے

○ سابق خطیب مسجد اقصیٰ، صدر اسلامی یونی ورسٹی غزہ، فلسطین۔ ترجمہ: گل زادہ شیر پاؤ

مرشد عام امام حسن البنا کی کوششیں تھیں، جنھوں نے اخوان المسلمون کو اس مقام تک پہنچایا ہے۔ یہاں پر یہ ذکر برمحل ہوگا کہ امام ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳ء-۱۹۷۹ء) نے برعظیم پاک و ہند میں دین اسلام کی ترویج وتجدید کے لیے بڑی عظیم کوششیں کیں۔ یہ بھی امام حسن البنا کے ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان دونوں رہنماؤں نے اپنے دور میں تجدید و احیاے دین کا کارنامہ سرانجام دیا۔ ان ہستیوں کے ذریعے عالمِ اسلام میں ایسی تحریکوں کی بنا پڑی جس کی نظیر ہمیں دُور دُور تک کہیں نظر نہیں آتی۔ انھی تحریکوں کے ذریعے پوری دنیا میں علم جہاد بلند ہوا اور مسلمان اس عظیم مقصد کے لیے اپنے تمام وسائل بروے کار لائے۔ ان حضرات، یعنی البنا اور مودودی کی فکر بڑی حد تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے۔

مسئلہ فلسطین کے ساتھ دونوں رہنماؤں کی گہری وابستگی تھی اور فلسطینیوں کے حقوق کے بارے میں ان کی سیاسی پالیسیاں بھی بڑی واضح اور مخلصانہ تھیں۔ انھوں نے مسئلہ فلسطین کے منصفانہ حل کے لیے عظیم خدمات انجام دیں اور اہل فلسطین کی بھلائی اور ان کے منصفانہ موقف کی حمایت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کے بعد ان کے رفقا کی جدوجہد ہی ہے، جس نے مسئلہ فلسطین کو اس کے محدود دائرے (یعنی اسے صرف فلسطین یا عرب کا مسئلہ متصور کیے جانے کی سوچ) سے نکال کر اسے عالم اسلام کا مسئلہ بنا دیا۔ دنیا کے گوشے گوشے میں مسلمان مسئلہ فلسطین کو اپنا مسئلہ سمجھنے لگے اور اس معرکے کو قابض صہیونیوں کے خلاف اپنی جنگ تصور کرنے لگے۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد امام البنا اسماعیلیہ میں استاد مقرر ہوئے۔ یہ علاقہ نہر سویز کے کنارے واقع ہے جو اس وقت قابض انگریز فوج کی چھاؤنیوں میں گھرا ہوا تھا۔ امام نے اسماعیلیہ میں اپنی دعوت کا آغاز کیا اور اپنی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے اپنی فکر کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کام شروع کیا۔ وہ اسماعیلیہ کے محلوں اور قرب و جوار کی بستیوں میں اخوان المسلمون کے لیے ایک کے بعد ایک مراکز، شاخیں، مدرسے اور مسجدیں بناتے رہے۔ اس طرح ان کے حامیوں اور ساتھیوں میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ اس دوران امام کی حالت یہ ہوتی کہ دن رات میں چند گھنٹوں کے علاوہ نیند ان کے قریب بھی نہیں آسکتی تھی۔ وہ دن کا اکثر حصہ اخوانی عوام اور کثیر آبادی والے علاقوں میں بطور ایک داعی، معلم اور واعظ کے دوروں میں گزارتے تھے۔

امام البنا نے اپنی کوششوں کو صرف مردوں اور نوجوانوں تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ بڑے پیمانے پر خواتین کو بھی اپنی دعوت کا مخاطب بنایا۔ صرف ان کی دعوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی تعلیم و تربیت کا بھی موثر انتظام کیا۔ چنانچہ اسماعیلیہ میں ان کے لیے جدید طرز پر مدرسہ امہات المؤمنین کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسے میں اسلامی نہج پر تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ زمانے کے تقاضوں اور ضروریات کا بھی انتظام تھا۔ یہ مدرسہ جدید وقدیم علوم کا حسین امتزاج تھا۔

جب اسماعیلیہ اور اس کے قرب و جوار میں اخوان المسلمون کو تقویت ملی تو امام کو دوسرے مقامات پر بھی کام کرنے کا حوصلہ ملا اور ان کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اب اللہ تعالیٰ ان کی دعوت کے لیے ایک نیا دروازہ کھول دے۔ اس طرح انھوں نے مرکز دعوت کو قاہرہ منتقل کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ امام کی ملازمت بھی ادھر منتقل ہو چکی تھی۔ دعوت کے اس نئے مرکز سے یہ دعوت دنیا بھر میں پہنچ گئی۔ اس دعوت کے علَم بردار اپنے امام کے حکم سے ملک اور بیرون ملک، دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے اور اس دعوت کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

اخوان المسلمون کے مرکز میں امام کے ہفتہ وار دروس ہوتے تھے۔ دینی، قومی اور تاریخی اہم مواقع پر ان کے لیکچروں کا انتظام ہوتا تھا۔ جریدۃ الاخوان میں ان کے روزانہ خطوط شائع ہوتے تھے اور مصر کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں ان کے دورے ہوتے تھے۔ یہ تمام سرگرمیاں امت کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کا ذریعہ بن رہی تھیں، اور اسے اپنے مقصدِ وجود سے آگاہ کر رہی تھیں۔

امام البنا نے زیادہ کتابیں نہیں لکھیں لیکن انھوں نے ہزاروں مؤلفین اور مفکرین تیار کیے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے امام کی ہدایات اور ان کے رسائل سے، جن کی تعداد ۲۰ سے زیادہ نہیں ہوگی، فیض حاصل کیا۔ ان ہدایات و رسائل کی وجہ سے وہ اس قابل ہوئے کہ مسلمانوں کی نشاتِ ثانیہ سے متعلق مختلف میدانوں میں تصنیف و تالیف کا کام کریں۔ اسی حوالے سے امام حسن البنا کا شمار ۲۰ ویں صدی عیسوی کے مجدد ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ ہوتا ہے۔

امام حسن البنا کا کارِ تجدید دین اسلام کے کسی ایک پہلو تک محدود یا مسلمانوں کے کسی ایک مسئلے پر اکتفا کرنے والا نہیں تھا، بلکہ یہ تجدید ان تمام پہلوؤں پر حاوی تھی جن کے حوالے سے

امت کا پرچم سرنگوں ہو چکا تھا اور ان کے مقاصد پست ترین سطح پر اتر آئے تھے۔

یہ تجدید عقیدے کی تجدید تھی جو لوگوں کے دلوں میں ڈانواں ڈول ہو چکا تھا۔ اسی طرح یہ اخوت کی تجدید تھی، جس کا کوئی نام و نشان تک مسلمانوں کی زندگی میں عملاً باقی نہیں رہا تھا۔ یہ اسلامی فکر کی تجدید تھی جسے غاصب استعماری قوتوں نے لوگوں کے ذہنوں میں مشتبہ کر ڈالا تھا۔ یہ فقہ کی تجدید تھی جو جامد ذہن رکھنے والوں اور انتہا پسندوں کی وجہ سے جمود کا شکار ہو چکی تھی۔ یہ تعلیم و تربیت کی تجدید تھی جس کا دائرہ مقلدانہ نصاب تعلیم تک محدود ہو چکا تھا۔ یہ علوم وفنون کی تجدید تھی جس کے سرکردگان مغربی تہذیب کی چکا چوند سے متاثر تھے۔ یہ معیشت کی تجدید تھی جو سود پر مبنی معیشت کی وجہ سے کھوکھلی ہو کر تباہ ہونے کے قریب تھی۔ یہ ذرائع ابلاغ کی تجدید تھی جن کا کام گانے بجانے تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ یہ ایک حرکی اور دعوتی تجدید تھی۔ یہ تجدید اس دعوت کا احیا تھی جو جمود کا شکار ہو کر دم توڑنے کے قریب تھی۔ یہ معاشرتی زندگی کی تجدید تھی جو خوابِ غفلت سے بیداری کی طرف دعوت دے رہی تھی۔ یہ سیاست کی تجدید تھی جو دھوکا، فریب دہی اور بدترین غلامی کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ یہ جہاد کی تجدید تھی جس کا صیغہ مسلمانوں کی لغت اور یادداشت سے محو ہو چکا تھا۔

اس طرح امام حسن البنا کا شمار بجا طور پر ۲۰ویں صدی کے نمایاں ترین مجددین میں ہوتا ہے۔ یہ موقع اس تفصیل میں جانے کا نہیں ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس ہمہ پہلو تجدید نے مختلف معاشروں کو کس طرح متاثر کیا۔ ہم یہاں اس تجدید کے صرف جہادی پہلو کے متعلق گفتگو کریں گے جو مسلمانوں کے دلوں میں نشاتِ نو کا پیغام تھا، اور جس کے نتیجے میں اہلِ فلسطین کی حمایت کی ایک عظیم الشان تحریک برپا ہوئی۔

○ **امام حسن البنا اور مسئلہ فلسطین**: اخوان المسلمون کی قابض اسرائیلیوں کے خلاف جہادِ فلسطین میں شرکت سے پہلے امام حسن البنا نے انھیں عسکری، نفسیاتی، جسمانی، نظریاتی اور عملی طور پر مکمل تربیت دی تھی۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے جہاد کے بارے میں ایک خصوصی رسالہ تحریر کیا تھا، جس میں جہاد سے متعلق فقہاے امت کے بیان کردہ احکام کی وضاحت کی گئی ہے اور اس کے لیے قرآن وسنت کی نصوص سے استدلال کیا گیا ہے۔